رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ

چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

الحکم

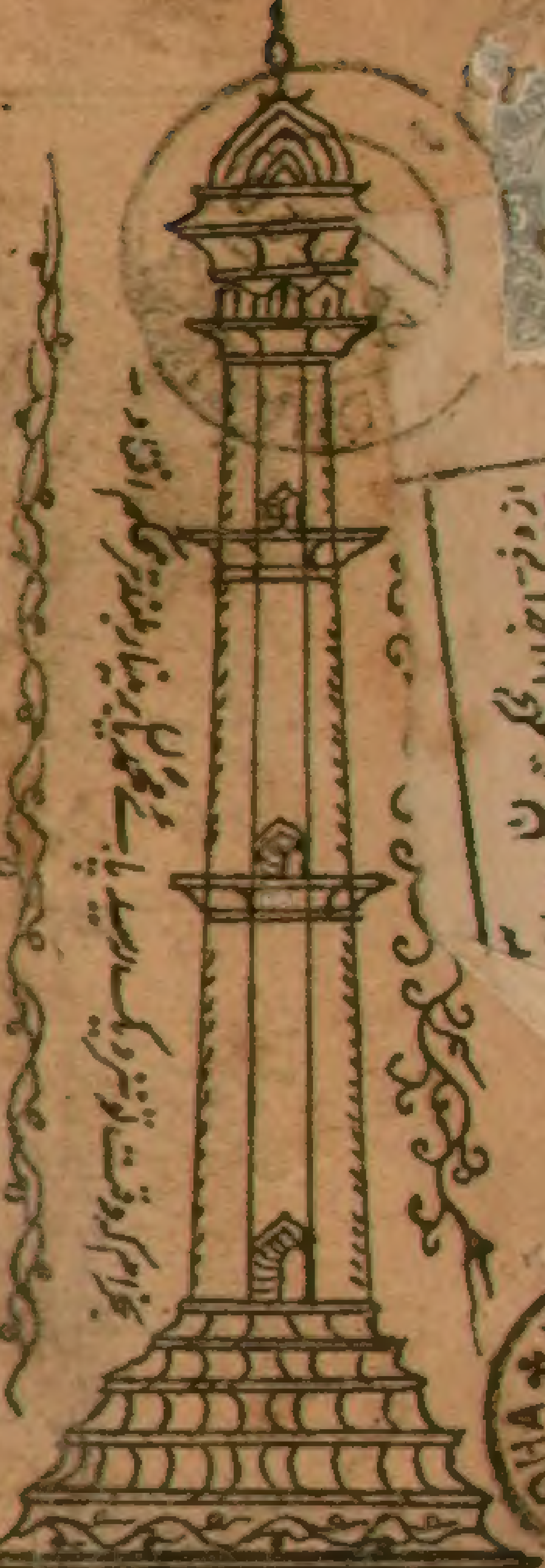

Digitized by Khilafat Library

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی و ابن یعقوب شیخ محمود احمد قادیانی۔

جلد ۲۴ قادیان دار الامان مورخہ ۱۴ر اگست ۱۹۲۰ء نمبر ۲۸

فہرست مضامین

غزل - - - - ص۱
حضرت اقدس کے ایک مخلص صحابی ص۱
بنگال میں طوفان سے نقصان ص۲
ڈائری حضرت خلیفۃ المسیح ثانی
تازہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ص۳
آیت خاتم النبیین - ص۴
حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے حرم محترم کو ایک چٹھی مشتمل بر حالات حضرت صاحب ص۸
سورۂ فاتحہ کے چند لطائف ص۱۰

غزل

از قلم حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی متعلم مدرسہ احمدیہ

بچایا ہم کو گمراہی سے رحمت اسکو کہتے ہیں
مدد کی۔ وقت پر آکر عنایت اسکو کہتے ہیں
لڑائی کر کے دنیا سے۔ کیا عالم کو گرویدہ
بٹھایا ملک پر سکہ کرامت اسکو کہتے ہیں
نشان دیکھے ہزاروں ظالموں نے پر نہ مانا حق
خباثت اسکو کہتے ہیں شرارت اسکو کہتے ہیں
مسلماں ہو کے ہم آہنگ ہوتے ہیں نصاریٰ کے
جہالت اسکو کہتے ہیں حماقت اسکو کہتے ہیں
صلیبی کفر کو توڑا۔ کیا ستون میں جا ڈیرا !
بجایا دین کا ڈنکا اشاعت اسکو کہتے ہیں
مسیح موسوی مات مسیح احمدی جیتا
خدا نے خود گواہی دی شہادت اسکو کہتے ہیں
کرے تبشیر اور انذار جو۔ وہ ہے نبی اللہ
محمدؐ کی شریعت میں نبوت اسکو کہتے ہیں
عفاک اللہ تم کو گفتی بغزل کیا خوب لکھی ہے
جزاک اللہ اے حافظ طبیعت اسکو کہتے ہیں

حضرت اقدس کے ایک مخلص صحابی کا انتقال

اور ان کی زندگی کا مختصر حال

یہ خبر بہت افسوس سے سنی جائے گی۔ کہ ۱۲ر اگست کو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مخلص مہاجر صحابی نے جنکا نام عبد الغفار خان (پٹھان) تھا۔ قریباً تین بجے شام کے قریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ ان کو جنت فردوس میں جگہ دے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ ذیل میں مرحوم کا مختصر حال لکھا جاتا ہے۔ جو ان کے صاحبزادے نے فارسی میں لکھکر دیا۔ اور ہم نے اسے اردو میں ترجمہ کر دیا ہے مرحوم کا مولد اور مسکن بلجنیل علاقہ پہاڑی ہے جو خوست کے کنارہ پر واقع ہے۔ پہلے آپ مولوی عبد اللطیف صاحب شہید کے مرید تھے اور آپ بوجہ دشمنی فرقہ شیخان اپنے وطن سے شہید مرحوم کے گاؤں میں ہجرت کر آئے تھے۔ اور شہید مرحوم کے گاؤں سید گاہ میں آپ کی خدمت میں اپنی زندگی بسر کرتے رہے اور فرقہ شیخان اور مرحوم کے درمیان عداوت کا موجب یہ تھا۔ کہ شہید مرحوم اور فرقہ شیخاں کے درمیان چند دینی مسائل میں اختلاف تھا اور مرحوم شہید مرحوم کے مرید تھے۔ اسلئے ان سے

(انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر و پروپرائٹر چھپا۔ اور تراب منزل سے شائع ہوا)

Digitized by Khilafat Library

سورۂ فاتحہ کے چند لطائف

مندرجہ ذیل چند لطائف براہین احمدیہ سے خلاصۃً افادہ ناظرین کیلئے ذیل میں لکھے جاتے ہیں:-

لطیفہ اول خدا تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں دعا کرنیکا ایسا طریقہ حسنہ تبلایا ہے جس سے خوبتر طریقہ پیدا ہونا ممکن نہیں اور جسمیں وہ تمام امور جمع ہیں۔ جو دعا میں دلی جوش پیدا ہونیکے لئے نہایت ضروری ہیں تفصیل اسکی یہ ہے۔ کہ قبولیت دعا کیلئے ضرور ہے۔ کہ اسمیں ایک جوش ہو۔ کیونکہ جس دعا میں جوش نہ ہو وہ صرف لفظی بڑبڑ ہے حقیقی دعا نہیں اور دلی جوش پیدا کرنیوالی صرف دو ہی چیزیں ہیں (۱) ایک خدا کو کامل اور قادر اور جامع صفات کاملہ خیال کرکے اسکی رحمتوں اور کرموں کو ابتداء سے انتہا تک اپنے وجود اور بقاء کیلئے ضروری دیکھنا۔ اور تمام فیوض کا مبدء اسی کو خیال کرنا (۲) دوسرے اپنے تئیں اور اپنے تمام ہمجنسوں کو عاجز اور مفلس اور خدا کی مدد کا محتاج یقین کرنا۔ اور یہ دونوں ایاک نعبد و ایاک نستعین انکو بتلا دیں۔

لطیفہ دوم دوسرا لطیفہ اس سورت میں یہ ہے۔ کہ ہدایت کو قبول کرنیکے لئے پورے پورے اسباب ترغیب بیان فرمائے ہیں۔ کیونکہ ترغیب کامل جو معقول طور پر دیجائے ایک زبردست کشش ہے۔ اور عقل کی رو سے ترغیب کامل اس ترغیب کا نام ہے جسمیں تین جزیں موجود ہوں۔ (۱) ایک جزو یہ کہ جس شئی کیطرف ترغیب دینا منظور ہو۔ اسکی ذاتی خوبی بیان کیجائے۔ سو اس جز کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم یعنی ہمکو وہ راستہ بتا۔ جو اپنی ذات میں صفت استقامت اور راستی سے موصوف ہے۔ سو اس آیت میں ذاتی خوبی اس راستہ کی بیان فرما کر اسکے حصول کیلئے ترغیب دی (۲) دوسری جز ترغیب کی یہ ہے۔ کہ جس شئی کیطرف ترغیب دینی منظور ہو۔ اس شئی کے فوائد بیان کئے جائیں۔ سو اس جز کو آیت صراط الذین انعمت علیھم میں بیان فرمایا۔ سو اس آیت میں راستہ پر چلنے والوں کا کامیاب ہونا ذکر فرما کر اس راستہ کا شوق دلایا۔

(۳) تیسری جز ترغیب کی یہ ہے۔ کہ جس شئی کی طرف ترغیب دینا منظور ہو۔ اس شئے کے چھوڑنے والوں کی خرابی اور بد حالی بیان کی جائے۔ سو اس جز کو غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں بتایا سو اس آیت میں اس سیدھا راستہ چھوڑنے پر جو ضرر مترتب ہوتا ہے۔ اس سے آگاہ کیا۔

لطیفہ سوم تیسرا لطیفہ اس سورت میں یہ ہے۔ کہ باوجود التزام فصاحت و بلاغت یہ کمال دکھلایا ہے۔ کہ محامد الٰہیہ کے ذکر کرنیکے بعد جو فقرات دعاء وغیرہ کے بارے میں لکھے ہیں۔ ان کو ایسے عمدہ طور پر بطور لف و نشر کے مرتب بیان کیا ہے جسکا صفائی سے بیان کرنا باوجود رعایت تمام مدارج فصاحت و بلاغت کے بہت مشکل ہوتا ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے۔ کہ رب العالمین کے مقابلہ میں ایاک نعبد فرمایا۔ کیونکہ ربوبیت سے استحقاق عبادت شروع ہوتا ہے۔ اور رحمان کے مقابلے میں ایاک نستعین۔ کیونکہ بندہ کے لئے اعانت الٰہی جو توفیق عبادت اور ہر ایک اسکے مطلوب میں ہوتی ہے۔ جس پر اس کی دنیا اور آخرت کی صلاحیت موقوف ہے۔ یہ اس کے کسی عمل کا پاداش نہیں۔ بلکہ محض صفت رحمانیت کا اثر ہے۔ اور رحیم کے مقابلے میں اھدنا الصراط المستقیم کیونکہ دعا ایک مجاہدہ اور کوشش ہے۔ اور کوششوں پر جو ثمرہ مترتب ہوتا ہے۔ وہ صفت رحیمیت کا اثر ہے۔ اور مالک یوم الدین کے مقابلے میں صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فرمایا کیونکہ امر مجازات (یعنی بدلہ دینے کا سزا و جزا دینیکا) مالک یوم الدین سے متعلق ہے۔

لطیفہ چہارم چوتھا لطیفہ یہ ہے۔ کہ سورۂ فاتحہ مجمل طور پر تمام مقاصد قرآن شریف پر مشتمل ہے۔ اور یہ مقاصد قرآنیہ کا ایجاز لطیف ہے۔

لطیفہ پنجم پانچواں لطیفہ سورۂ فاتحہ میں یہ ہے کہ وہ اس اتم اور اکمل تعلیم پر مشتمل ہے۔ کہ جو طالب حق کیلئے ضروری ہے۔ اور جو ترقیات قربت اور معرفت کیلئے کامل دستور العمل ہے۔ کیونکہ ترقیات قربت کا شروع اس نقطہ سیر سے ہے۔ کہ جب سالک اپنے نفس پر ایک موت قبول کرکے اور تلخی اور آزار کشی کو دور رکھکر ان تمام نفسانی خواہشوں سے خالصاً للہ دستکش ہو جائے۔ کہ جو اسمیں اور اسکے مولیٰ کریم میں جدائی ڈالتی ہیں۔

اور ترقیات کا اوسط درجہ یہ ہے۔ کہ جو جو ابتدائی درجہ میں نفس کشی کیلئے تکالیف اٹھائی جاتی ہیں۔ اور حالات معتادہ کو چھوڑ کر طرح طرح کے دکھ سہنے پڑتے ہیں وہ سب آلام صورت انعام میں ظاہر ہو جائیں۔ اور بجائے مشقت کے لذت اور بجائے رنج کے راحت اور بجائے تنگی کے انشراح اور بشاشت نمودار ہو۔ اور ترقیات کا اعلیٰ درجہ وہ ہے۔ کہ سالک اسقدر خدا اور اسکے ارادوں اور خواہشوں سے اتحاد اور محبت کرلے اور یکجہتی پیدا کرلے۔ کہ اسکا تمام اپنا عین و اثر جاتا رہا۔ اور ذات اور صفات الٰہیہ بلا شائبۂ ظلمت نور بلا توہم حالیت و محلیت اسکے وجود آئینہ صفت میں منعکس ہوجائیں۔ اور فناء اتم کے ذریعہ سے جسنے سالک میں اور اسکی نفسانی خواہشوں میں غایت درجہ کا بعد ڈالدیا ہے۔ انعکاس ربانی ذات اور صفات کا نہایت صفائی سے دکھائی دے۔ انتہی۔ (جلال الدین شمس سیکھوانی مولوی فاضل)

علما کی عداوت تھی۔ اور ان کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے شہید مرحوم کے گاؤں میں ہجرت کر آئے تھے۔

جب شہید مرحوم رضی اللہ عنہ قادیان تشریف لائے۔ اور پھر اپنے وطن کو واپس گئے۔ اور امیر کابل کی طرف برائے تبلیغ احمدیت خطوط لکھے۔ وہ خطوط مرحوم نے امیر کے کارکنوں کے ذریعہ امیر تک پہنچائے۔ اور شہید مرحوم کی شہادت کے بعد آپ کچھ مدت کابل میں اس غرض کے لئے رہے۔ کہ تا شہید مرحوم کی لاش کو پتھروں کے نیچے سے نکال لیں۔ لیکن یہ غرض خدا تعالیٰ نے کسی اور کے ہاتھ پر پوری کی۔

اسکے بعد آپ نے مع اہل و عیال قادیان شریف کیطرف ہجرت کی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اور صحبت میں اپنی عمر کو بسر کیا۔ اور تقریباً ۱۵ سال قادیان میں رہے۔ اور حتی الامکان دین کے کاموں اور علم دین کے حاصل کرنے اور درس کے سننے اور افغانوں کے سمجھانے میں بہت کوشاں رہے۔ اور صوم وصلوٰۃ کے بہت پابند تھے۔ اور اپنی وفات سے پہلے ایک مدت تک مسجد مبارک کے مؤذن بھی رہے۔

اہل و عیال موجودہ حالت میں آپ کی ایک صاحبزادی ہے۔ اور ایک صاحبزادہ جو قادیان میں تجارت کا کام کرتا ہے۔

ایک ضروری بات قریباً ہر سال میں حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابیوں میں سے دو تین فوت ہو ہی جاتے ہیں۔ اسلئے کوئی ایسی تجویز ہونی چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے موجودہ صحابہ سے آپ کے اقوال وغیرہ کو جمع کیا جائے۔ اور اسکی تجویز یہ ہو سکتی ہے۔ کہ بعض آدمی اپنے آپ کو اس کام کو سر انجام دینے کی کوشش کریں۔ اور پہلے محدثین کیطرح شہر بشہر پھر کر حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابہ سے ملیں۔ اور ان سے آپ کے حالات لکھیں۔

جنازہ غائب آخر میں تمام احباب سے درخواست ہے۔ کہ مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں۔ اور نیز مولوی فتح دین صاحب مرحوم جن کا ذکر پہلے اخبار میں آچکا ہے ان کی زوجہ اور میاں نور الدین صاحب کلرک ڈاکخانہ بٹالہ کی زوجہ فوت ہو گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں اور دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عنایت فرماوے۔ تینوں مرحومین مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے۔ خدا تعالیٰ انکو جنت فردوس میں جگہ دے آمین۔

آمد مہمانان مسٹر محمد ساگر چند صاحب بیرسٹرایٹ لاء دو تین دن سے قادیان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے اندر تبلیغ احمدیت کا بہت جوش رکھتے ہیں۔ انہوں نے جمعہ کے دن دعا کے لئے اعلان کرایا۔ کہ سب احباب دعا کریں۔ کہ مجھے پاسپورٹ جلدی ملجائے۔

دوسرے مولوی مبارک علی صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی بنگال سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔

روانگی حافظ روشن علی صاحب اور مولوی محمد شہزادہ صاحب ۱۵ر اگست کی شام کو شملہ تشریف لے گئے ہیں۔

شملہ حضرت ام المؤمنین صاحبہ اور نواب محمد علی خان صاحب مع اپنے اہل و عیال کے شملہ تشریف رکھتے ہیں۔

بنگال میں طوفان سے نقصان

(جمشید پور ۹ر اگست) دریائے خورکائی میں شنبہ کے روز طوفان آنے سے جمشید پور کی حالت نازک ہو گئی ہے۔ سکچی بولورڈ جو شہر کی بڑی سڑک ہے۔ چار مقامات پر ٹوٹ گئی ہے۔ پمپ ہوس کے نزدیک تمام جھونپڑے اور گھر پانی میں غرق ہو گئے ہیں۔ دریائے سبزہ ریکھا سے فولادی کارخانوں تک ریل کی سڑک بہ گئی ہے۔ پمپ ہوس کے پاس پانی دریا سے ۵۰ فٹ چڑھ گیا ہے۔ ایک ہزار گھر بہ گئے ہیں۔ لوگ چھتوں پر تیر رہے ہیں۔ یا درختوں پر پناہ لے رہے ہیں۔ اور لاشے پانی میں تیرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔

مدنا پور میں دریائے کاسی میں بروز شنبہ پھر طوفان آگیا۔ اور شہر پانی کے نیچے ڈوب گیا ہے۔ کالج اور سکول بند کر دیئے گئے ہیں۔ اور مجسٹریٹ و دیگر حکام طلباء کو ساتھ لیکر شہر کو بچانے کے لئے دن رات بند کی مرمت میں مصروف ہیں۔

تاملوک سنکارارا کا پل ۸ر اگست کی دوپہر کو مسمار ہو گیا۔ پکس کورا کے نزدیک بھی سڑک ٹوٹ گئی ہے اور ناگپور کے راستہ بمبئی میل کی براہ راست آمد و رفت کو بند کر دیا گیا ہے۔

(کلکتہ ۹ر اگست) تاملوک کے طوفان زدہ علاقہ میں ایک سو پانچ گاؤں غرق ہو گئے ہیں۔ اور وہاں کے کھیت جو ۳۵ مربع میل زمین پر تھے۔ بالکل بہ گئے ہیں۔ تقریباً سات ہزار گھر تباہ اور ۳۵ ہزار آدمی بے خانماں ہو گئے ہیں۔

(حق بلیٹین)

اعلان

دو ہفتہ تک اخبار الحکم نہیں نکلیگا۔ کیونکہ شیخ محمود احمد صاحب ایڈیٹر الحکم بیمار ہیں۔ اس کمی کو صفحوں کی زیادتی سے پورا کر دیا جائیگا۔ احباب مطمئن رہیں۔ اور دعا

..... جلال الدین شمس ..... (مولوی فاضل)

ڈائری حضرت خلیفۃ المسیح ثانی۔

ایک نظم ارسال خدمت ہے۔ حضور نے کل ۱۳ اگست ۱۹۲۰ء کو بمقام کوہ بھاگسو حلقہ احباب میں خود سنائی۔

خطبہ جمعہ حضرت نے خود زیر آیات افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت الخ پر پڑھا۔ جو میں نے لکھ لیا۔ مگر بوجہ کم فرصتی ابھی تک صاف نہیں کر سکا۔

یہ پہاڑ نہایت ہی میلا اور غلیظ ہے۔ جونک اس کثرت سے ہیں۔ کہ سیر کو جانا مشکل ہو گیا ہے۔

. . . .

حتی کہ درختوں کے پتوں پر بھی موجود ہوتی ہیں۔ جہاں سے کان۔ ناک۔ گردن وغیرہ اعضاء کو چمٹ جاتی ہیں:

آب و ہوا مرطوب ہے۔ زمین دلدلی۔ پہاڑ آتش فشاں مواد کا اجتماع ان باتوں سے حضرت نے واپسی کا ارادہ کر رکھا ہے۔ ڈلہوزی تار دی تھی۔ مکان کوئی خالی نہیں۔ منصوری سے ابھی تار کا جواب نہیں ملا۔ کوہ مری بھی تار دیا گیا ہے۔ حضرت بمعہ خدام بخیریت ہیں۔ گو پہاڑ پر آنے کے جو فوائد ہوتے ہیں۔ میسر نہیں کیونکہ کثرت باران کی وجہ سے اور کچھ جونک کے خوف سے سیر بالکل نہیں ہو سکی۔ مگر تاہم حضرت اور احباب کی صحت پر اچھا اثر ہے:

حضور نے ایک مضمون ریویو اردو انگریزی کے لئے زیر حدیث ما من داءٍ الا ولہ دواء الا الموت لکھکر مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کو برائے ترجمہ انگریزی دیا ہے۔ جو انشاء اللہ جلدی ترجمہ ہو کر طبع کے واسطے پہنچیگا:

دھرم سالہ میں صرف تین احمدی ہیں۔ جن میں سب سے پرانے مرزا رحیم بیگ صاحب ہیں۔ جنہوں نے ۱۸۹۵ء میں حضرت کی بیعت کی تھی اور جماعت دھرم سالہ کے سکرٹری ہیں۔

چودھری محمد الدین صاحب ٹیلر ماسٹر چھاونی میں اول گورکھا میں ہیں۔ جو سیالکوٹ کے باشندے ہیں۔ اور چودھری حاکم دین الہ دین کے والد ہیں۔ مخلص اور پرانے احمدی ہیں۔

تیسرے مستری عبداللہ (المعروف لکیٹر) ہوشیار پور کے باشندے لکڑی کے کام کے اچھے صناع ہیں۔ بس دھرم سالہ کی یہی جماعت ہے۔

دھرم سالہ میں گذشتہ زلزلہ ۱۹۰۵ء کے آثار کثرت سے نمایاں ہیں۔ اور بچشم خود اس واقعہ کو دیکھنے والے اسکے نہایت ہی خطرناک حالات سناتے ہیں۔ اکثر عمارات بیخ و بن سے اکھڑ گئیں۔ اور بعض زمین کے اندر غرق ہو گئیں۔ اور ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ سینکڑوں انسان اور ہزاروں مویشی تباہ ہوئے۔ الامان الحفیظ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور ایسے عذابوں سے دنیا کو امن بخشے:

عجیب بات ہے۔ کہ اس خوفناک تباہی اور عالمگیر عذاب سے خدا تعالیٰ نے احمدیوں کو امتیازی رنگ میں بچایا۔ اور اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا مگر فائدہ اٹھانے والے بہت کم ہیں۔

حضرت کی تشریف آوری پر بعض شرفاء میں خیال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ حضور کی تقریر کرائیں۔ حضور نے بھی منظور فرما لیا ہے۔ مگر دیکھیں مکان وغیرہ کا کیا انتظام ہوتا ہے۔

(عبدالرحمٰن قادیانی)

تازہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ

مری تدبیر جب مجھکو مصیبت میں پھنساتی ہے
تو تقدیر الٰہی آن کر اس سے چھوڑاتی ہے
جدائی دیکھتا ہوں جب تو مجھ پر موت آتی ہے
امید وصل لیکن آ کے پھر مجھ کو جِلاتی ہے
نگاہ مہر سالوں کی خصومت کو بھلاتی ہے
خوشی کی اک گھڑی برسوں کی کلفت کو مٹاتی ہے
محبت تو وفا ہو کر وفا سے جی چراتی ہے
ہماری بن کے اے ظالم ہماری خاک اڑاتی ہے
محبت کیا ہے کچھ تم کو خبر بھی ہے سنو مجھ سے
یہ ہے وہ آگ جو خود گھر کے مالک کو جلاتی ہے
کہاں یہ خانۂ ویران کہاں وہ حضرت ذی شان
کشش لیکن ہمارے دل کی انکو کھینچ لاتی ہے
ہوئی ہے بے سبب کیوں عاشقوں کی جان کی دشمن
نسیم صبح ان کے منہ سے کیوں آنچل اٹھاتی ہے
مٹائیگا ہمیں کیا تو ہے اپنی جان کا دشمن
ارے ناداں کبھی عشاق کو بھی موت آتی ہے
نہ اپنی ہی خبر رہتی ہے۔ نہ یاد اعزہ ہی
جب اس کی یاد آتی ہے تو پھر سب کچھ بھلاتی ہے
خدا کو چھوڑنا اے مسلمو! کیا کھیل سمجھے تھے
تمہاری تیرہ بختی دیکھئے کیا رنگ لاتی ہے
محبت کی جھلک چھپتی کہاں ہے لاکھ ہوں پردے
نگاہ زیر میں مجھ سے بھلا تو کیا چھپاتی ہے
معاذ اللہ میرا دل اور ترک عشق کیا ممکن
میں ہوں وہ باوفا جس سے وفا کو شرم آتی ہے
وہ کیسا سر ہے جو جھکتا ہے آگے ہر کہ و مہ کے
وہ کیسی آنکھ ہے جو ہر جگہ دریا بہاتی ہے
تغافل ہو چکا صاحب خبر لیجے نہیں تو پھر
کوئی دم میں یہ سن لو گے فلاں کی نعش جاتی ہے
طریق عشق میں اے دل سیادت کیا غلامی کیا
محبت خادم و آقا کو اک حلقہ میں لاتی ہے
بلائے ناگہاں بیٹھے بٹھائے آغوش دلبر میں
خبر بھی ہے تجھے کچھ تو کہیں آنکھیں دکھاتی ہے
تری رہ میں بچھائے بیٹھے ہیں دل مدتوں سے ہم
سواری دیکھئے اے دلربا کب تیری آتی ہے
ہمارا امتحاں لیکر تمہیں کیا فائدہ ہوگا
ہماری جان تو بے امتحاں ہی نکلی جاتی ہے
گھرا ہوں حلقۂ احباب میں گو میں مگر تجھ بن
مرے یار ازل تنہائی مجھ کو کاٹے کھاتی ہے

پرچہ

ہماری خاک تک بھی اڑ چکی ہے اسکے رستے میں
ہلاکت تو بھلا کس بات سے ہم کو ڈراتی ہے
غم دل لوگ کہتے ہیں نہایت تلخ ہوتا ہے
مگر میں کیا کروں اسکو غذا یہ مجھکو بھاتی ہے
میری جاں تیرے جام وصل کی خواہش میں اے پیارے
مثال ماہی بے آب ہر دم تلملاتی ہے
میرے دل میں تو آتا ہے کہ سب احوال کہہ ڈالوں
نہ شکوہ جان میں اس کے طبیعت ہچکچاتی ہے
کبھی جو روتے روتے یاد میں میں اسکی سو جاؤں
شبیہ یار آ کر مجھ کو سینے سے لگاتی ہے۔
انانیت پرے ہٹ جا مجھے مت منہ دکھا اپنا
میں اپنے حال سے واقف ہوں تو کیوں بناتی ہے
کبھی کا ہو چکا ہوتا شکار یاس و نومیدی
مگر یاد آئے محمودؔ میرا دل بڑھاتی ہے۔
جو ہوں خدام دین ان کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

آیت خاتم النبیین ؛؛

Digitized by Khilafat Library

اور

داتوی محمد یامین ؛؛

پیغام صلح مورخہ ۱۶ر جون ۱۹۳۰ء میں مولوی محمد یامین صاحب داتوی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے بزعم خود ثابت کیا ہے۔ کہ آیت مذکورہ بلا آنحضرتؐ کے بعد نبوت کی نفی کرتی ہے۔ میں اپنے مضمون میں انشاء اللہ ثابت کردوں گا۔ کہ انہوں نے جو کچھ ثابت کیا ہے۔ وہ سراسر خلاف آیات قرآنی و احادیث نبوی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ قبل اسکے کہ میں اس مضمون پر روشنی ڈالوں۔ مجھے یہ بات نہایت ہی تعجب میں ڈالتی ہے۔ کہ یہ لوگ کسقدر بے ایمانی سے اپنی تحریرات سے پھرتے ہیں ایک تو یہ ہے۔ کہ امیر قوم خود اپنی تحریرات میں لکھتے ہیں۔ کہ آپ نبی آخر زمان ہیں۔ فارسی الاصل نبی بھی ہیں۔ موعود پیغمبر بھی ہیں۔ اور آج یہ ہے کہ دوسروں کا کیا لکھنا خود امیر قوم ہی اپنی تحریرات میں لکھتے ہیں۔ کہ آپ (مسیح موعودؑ) نبی نہیں ہیں۔ صرف مجدد ہیں۔ وغیرہ وغیرہ اور آئے دن ان کی طرف سے ایسے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔ مثل مشہور ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔ آپ بھول گئے ہیں۔ یا بشریت کے ماتحت غلطی کی ہے۔ پہلے غلطی پر تھے۔ اب راستی پر ہیں۔ یا پہلے راستی پر تھے اب حواس باختہ ہو گئے ہیں۔ کس طرح معلوم ہو دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو امیر قوم خود ہی اسکی حقیقت سے آگاہ کریں۔ کہ اس وقت کی بات حق ہے اور پہلے غلطی تھی۔ یا کوئی آپ کے مخلص مریدین سے استفسار کر کے بتا دے۔

داتوی کا استدلال مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ محمودی علماء محض اپنی خود غرضی کیلئے آیت مذکورہ میں حرف لکن کو استدراک دے کر آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی یوں تحریف کرتے ہیں۔ کہ بیشک محمدؐ کسی کا جسمانی باپ تو نہیں ہے۔ لیکن رسول اللہ ہے اور نبیوں کی مہر ہے"۔

تناقض ہے۔ اب میں بتاتا ہوں۔ کہ کسطرح لکن کے ماقبل اور مابعد میں تناقض ہے۔ اس سے پہلے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتھم۔ اس آیت میں بتایا کہ نبی کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔ اب ہم کہتے ہیں۔ کہ نبی کی بیویاں ہماری مائیں کیسے ہوئیں ہماری مائیں تو وہ ہیں۔ جنہوں نے ہمیں جنا۔ جسکی تصدیق اس آیت سے بھی ہوتی ہے ان امہاتھم الا اللائی ولدنھم تو یہاں ہم کو ایک بات ماننی پڑتی ہے۔ وہ یہ کہ ہر ایک نبی اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ اور اس کی زوجات مومنوں کی مائیں۔ اور اس بات کی تصدیق مولوی صاحب کیا بلکہ امیر صاحب نے بھی کی ہے۔ جیسا کہ آپ کی کتاب نبوت فی الاسلام صفحہ ۱۱ سطر ۱۱ سے ظاہر ہے۔

اس سے یہ بات سمجھ آگئی۔ کہ نبی کی بیویاں ہماری مائیں اسلئے ہیں۔ کہ نبی ہمارا روحانی باپ ہے اور نبی جو ہمارا باپ ہے۔ تو وہ بسبب نبی ہونیکے ہے۔ اب آگے چلئے۔ تو یہ آیت ملتی ہے۔ کہ وماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ پہلے ابوت کا اثبات کیا تھا۔ اب اسکی نفی ہے۔ تو اس سے نتیجہ کیا نکلا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ رسول بھی نہیں کیونکہ پہلے جو باپ تھے۔ تو وہ بسبب رسول ہونیکے تھے مگر اب باپ نہیں معلوم ہوا کہ رسول بھی نہیں۔ تو فرمایا وماکان محمد ابا احد من رجالکم باپ تو یہ کسی کے نہیں ولکن رسول اللہ۔ مگر یہ خیال نہ کر لینا کہ اب رسول بھی نہیں رہے۔ بلکہ اللہ کے رسول ہیں۔ تو لکن کے پہلے اثبات کیا ایک بات کا اور مابعد نفی کی اس سے۔

وخاتم النبیین میں واؤ اسکے ساتھ ہی وخاتم النبیین ہے۔ واؤ یہاں عطف کی ہے۔ اور معطوف اور معطوف علیہ کا آپس میں ایسا تعلق ہوتا ہے۔ کہ اگر معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھ دیں۔ تو معنے میں کوئی غلطی واقع نہیں ہوتی۔ مثلاً یہاں ہی اگر رسول اللہ کی جگہ خاتم النبیین رکھ دیں۔ تو وہی فائدہ دیگا۔ جو رسول اللہ نے دیا ہے۔ تو یہاں خاتم النبیین کے ایسے معنے کرنے چاہیں۔ جو اسی طرح اس اعتراض کو دور کریں جس طرح رسول اللہ کا لفظ دور کرتا ہے۔ کیونکہ دونوں کے ایک ہی معنی اور ایک ہی مطلب ہونا ضروری ہے۔ اب اگر خاتم النبیین کے یہ معنے کریں۔ کہ نبیوں کو بند کرنیوالا تو یہ درست نہیں۔ کیونکہ جسطرح رسول اللہ کا لفظ مذکورہ اعتراض

کو دور کرتا ہے۔ خاتم النبیین کا نہیں کرتا۔ اور یہہ ضروری ہے۔ اور یہی قرینہ ہے۔ جو ہمیں مجبور کرتا ہے۔ کہ خاتم بمعنے مہر کریں۔

خاتم النبیین کے صحیح معنے

اب خاتم النبیین کے صحیح معنے وہی ہو سکتے ہیں۔ جو اس اعتراض کو دور کریں۔ جسکو رسول اللہ نے دور کیا ہے۔ اب ہم اسی قاعدہ کے ماتحت اس آیت کے معنے کرتے ہیں۔ لفظ خاتم مرکب اضافی ہے۔ جسکے معنے خاتم ما یختم بہ جیسے عالم ما یعلم بہ قالب ما یقلب بہ وغیرہ اور معنے اسکے یہاں مہر کے ہیں۔ یعنی فرمایا اس نبی کی یہ حیثیت ہیں۔ خدا کے دربار میں تو رسول اور نبیوں میں یہ سبب ہے۔ کہ ان کی مہر ہے۔ مگر لفظ مہر بمعنے حقیقی ہم نہیں لے سکتے۔ کیونکہ وہ دھات کی ہوتی ہے اور یہ نبی تو دھات نہیں۔ اسکو حل کرنیکے لئے جب قرآن شریف کو دیکھتے ہیں۔ تو لکھا پاتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلعم کی شان میں فرمایا گیا ہے وسراجاً منیراً کہ یہ نبی سراج منیر ہے۔ تو کیا یہ معنے کرینگے کہ آپ دیا ہیں جو رات کو تیل ڈالکر جلایا جاتا ہے۔ نہیں تو یہاں مجبوراً مجازی معنے کرنے پڑینگے۔ کہ یہ آپ کا وصف ہے یعنی جسطرح دیا تاریکی کے وقت کام آتا ہے اور اسکی روشنی سے چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ بھی روحانی دیا اور شمع ہے۔ جسکی روشنی میں چلکر انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوگیا۔ کہ مہر یہاں بمعنے مجازی ہیں۔ یعنی جو مہر میں وصف ہوتے ہیں۔ وہ آپ میں ہیں۔ اور مہر کا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ جہاں لگائی جاتی ہے۔ اسکی تصدیق کرتی ہے۔ تو آیت کے معنے یہ ہوئے کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ یعنی ان کی نبوت کی تصدیق کرنے والے ہیں؛

آپکی تصدیق کے بغیر کوئی نبی نہیں بن سکتا:۔

اور آپ کی ہی تصدیق سے اس بات کا علم ہوا کہ فلاں نبی تھا۔ اور فلاں نہیں کون تہا وہ جسنے ہمیں بتایا۔ کہ ابراہیمؑ نبی تھے۔ کون تھا جسنے کلیم اللہ کے وجود سے اطلاع بخشی۔ اور کون تھا جس نے عیسیٰؑ کے نبی برحق ہونے اور یا اخت ھارون ما کان ابوک امرا سوء وما کانت امک بغیا جیسی تہمت کا دامن امہ صدیقہ کہکر پاک کیا اور تمام عیسائیت پر احسان کیا۔

غرض کہ کیا نوحؑ کیا الیاسؑ۔ اور کیا یوسفؑ اور کیا یعقوبؑ اگر حضور کی تصدیق نہ ہوتی۔ تو کیا معلوم تھا۔ کہ یہ بھی نبی اور خدا کے برگزیدہ تھے۔

ان معنوں کی تصدیق آنحضرتؐ سے

اب میں بتاتا ہوں کہ ان معنوں کی تصدیق خود آنحضرتؐ نے کی۔ دیکھئیے اگر اس آیت کے معنے یہ کئے جاویں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ تو یہ ضروری تھا۔ کہ آنحضرتؐ کو بھی اس کا علم ہوتا۔ کہ میں نبوت کے دروازہ کو بند کرنیوالا ہوں۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ لیکن احادیث و تواریخ سے ثابت ہے کہ سنہ ۵ھ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بقول ان کے جو اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ آپ نبیوں کے بند کرنیوالے ہیں۔ چاہیئے کہ آپ اس کے بعد اشارتاً یا کنایتہً کوئی ایسی بات یا کلمہ کہتے جس سے یہ نکلتا ہو۔ کہ آپ کے بعد نبی ہیں۔ مگر سنہ ۹ھ میں ابراہیم کی وفات پر آپ فرماتے ہیں۔ لو عاش ابراہیم لکان صدیقا نبیا حالانکہ یہ کہنا چاہیئے تھا۔ کہ میرا لخت جگر جو آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا نور تھا۔ اب تو یہ مرگیا اگر زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ بن سکتا۔ مگر افسوس کہ اسکے خلاف کہا۔ کہ اگر زندہ رہتا تو صدیق نبی بنتا۔

مسیح موعودؑ کے نزدیک حرف لکن استدراک کیلئے اور اس آیت کے معنے

اسکے بعد میں بتاتا ہوں کہ وہ خدا کا پیارا جس کی طرف قدرے اب بھی یہ لوگ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ اس کا خود تصفیہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ "لٰکن کا لفظ استدراک کیلئے آتا ہے یعنی جو امر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسکے حصول کی دوسرے پیرائے میں خبر دیتا ہے۔ جسکی رو سے اس آیت کے یہ معنے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی۔ مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی۔ اور آپ نبیوں کے لئے مہر ٹھیرائے گئے ہیں۔ یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی مہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔"

(چشمہ مسیحی آخر کتاب)

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ کہ "لٰکن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کیلئے آتا ہے۔ یعنی تدارک مافات کیلئے"۔

(مسیح موعودؑ کا ریویو آخر کتاب)

او! جاہل کیا ہم تیری بات مانیں یا خدا کے پیارے کی۔ جس کو کہ اس زبان میں اعجاز عطاء کیا گیا۔ اور جس نے للکارا۔ کیا علماء ہند کو اور کیا روم اور شام کے علماء کو۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ آپ کے بڑے شمس الہند[1] نے بھی کہا تھا۔ کہ مرزا صاحب کو عربی نہیں آتی۔ لیکن جب کہا گیا کہ ؎

ان کنت ذی علم فات نظیرھا ؛
وان تعجزن فکبرک اعجب ؛

تو ناچار منہ پھیرا:۔

قال ان عند اللہ خاتم

مولوی صاحب اپنے معنوں کی تصدیق میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ کہ اس سے بھی ثابت ہے۔ کہ آپ نبی آخر ہیں۔ مگر مولوی صاحب بتادیں کہ انّ مسجدی ھذا آخر المساجد کا پھر کیا مطلب ہوگا۔ کیا یہ کہ یہ آخری مسجد ہے۔ اب دنیا میں اسکے سوا کوئی مسجد نہیں بنیگی؛

---

[1] محمد حسین بٹالوی:۔

مسجدی ہذا آخر المساجد کی تاویل

مولوی صاحب اس حدیث کی ایک عجیب تاویل کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ کسی کی مسجد نبوی نہیں کہلا سکتی۔ سبحان اللہ مولوی صاحب کیا ہی خوب تاویل کی۔ یہ تو آپ نے نہیں کہا کہ مسجد نبوی کسی کی مسجد کو نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں۔ یہ میری مسجد آخری مسجد ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ اسکے بھی آپ وہی معنے کرتے کہ کوئی مسجد نہیں بنیگی۔ جسطرح کہ کوئی نبی نہیں ہوگا۔ افسوس صد افسوس ؎

دل کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب

مسلم میں چار جگہ مسیح موعود نبی اللہ

داتوی صاحب اس حدیث کے کیا معنے کرینگے۔ جسمیں چار جگہ فرمایا مسیح موعود نبی اللہ ہوگا۔ اسکی بھی کوئی تاویل فرما دیویں۔ یہ بھی آپ کے مذکورہ معنوں پر پانی پھیرتی ہے۔ اگر واقعہ میں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہونا تھا۔ اور آپ نبوت کا دروازہ بند کرتیوالے تھے تو پھر آنے والے مسیح کو نبی اللہ کیوں فرمایا۔

کیا مسیح موعودؑ اپنے نبی ہونیسے انکاری تھے

اس امر کے ثابت کرنے کے بعد کہ آنحضرت کے بعد دروازہ نبوت بند ہے۔ اب یہ دیکھتے ہیں۔ کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ خود بھی اس بات کے اقراری تھے یا انکاری کہ میں نبی ہوں۔

(۱) ہم کہتے ہیں۔ اگر آپ نبی نہیں تھے۔ اور آپ اپنی نبوت سے انکاری تھے۔ اور کہتے تھے کہ میں نبی نہیں ہوں۔ نبوت آنحضرتؐ کے بعد بند ہے اور میں صرف مجدد ہوں۔ جیسا کہ مخالف کہتے ہیں۔ تو کیوں آپ نے اس رقم کو منسوخ نہ کیا۔ جبکہ وہ بار بار آپ کو نبی آخر زمان فارسی الاصل نبی لکھتے رہے حالانکہ جس رسالہ میں امیر صاحب یہ الفاظ کہتے رہے ہے۔ اسکی غرض ہی حضور کے اعتقادات کا اظہار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح موعودؑ اپنی نبوت سے انکاری نہیں تھے۔ اور ہم کہتے ہیں۔ اگر مسیح موعودؑ خاتم النبین کے یہی معنے سمجھتے تھے۔ جو پیغامی کرتے ہیں۔ تو کبھی اپنی کتاب خطبہ الہامیہ صـ۳۵ میں نہ لکھتے۔ کہ "انا خاتم الاولیاء لا ولی بعدی الا الذی ھو منی"۔

آپ کا اقرار

اسکے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ کیا آپ نے کبھی اقرار بھی کیا کہ میں نبی ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ اپنے نبی ہونیکے اقراری نہ ہوتے۔ تو کبھی نہ لکھتے کہ "میں خدا کے حکم کیموافق نبی ہوں۔ اگر اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہے۔ جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر اس سے انکار کرسکتا ہوں۔ میں اسپر قایم ہوں۔ جس وقت تک کہ اس دنیا سے گذر نہ جاؤں" (دیکھو ایک خط جو حضور کی وفات سے تین دن پہلے اخبار عام میں نکلا تھا۔)

(۲) کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی بار بار وحی نے مجھے اسبات پر مجبور کیا کہ میں نبی ہوں۔ . . . . ہم کہتے ہیں کہ مانا پہلے آپ نے کہا کہ میں مجدد ہوں۔ یا رسول نہیں۔ یا جو بھی آپ کہتے ہیں مگر یہ اعتقاد ایسا ہی تھا۔ جیسا وفات مسیحؑ کی نسبت۔ آپ کا پہلے اعتقاد تھا۔ تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ آپ حیات مسیحؑ کے قائل ہیں۔

اس کی متابعت

یعنے آپ کی اس اعتقاد کی متابعت آنحضرت صلعم سے پائی جاتی ہے۔ غور کرو پہلے آنحضرت فرماتے ہیں۔ "لا تفضلونی علے یونس بن متی۔ پھر بعد میں کہتے ہیں کہ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ پہلے آنحضرت کہتے ہیں۔ کہ خبردار میں یونس بن متی سے بڑا نہیں ہوں۔ افضل نہیں ہوں۔ حالانکہ آپ اپنی نبوت کی نسبت فرماتے ہیں۔ (عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لك النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد۔) کہ میں اسوقت سے نبی ہوں۔ کہ آدمؑ کی پیدائش بھی پوری نہیں ہوئی تھی۔

اجماع امت

ملاں داتوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ محمودی علماء کے خیال ایسے ہیں۔ کہ اجماع امت بھی اسکے خلاف ہے میں ناظرین کو دکھاؤنگا کہ کیا مولوی صاحب سچ فرماتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔

(۱) فتح الباری میں علی فترۃ من الرسل کے معنے بتاتے ہوئے مصنف صاحب لکھتے ہیں۔ کہ فترۃ سے ضروری نہیں کہ کسی کی بھی گنجائش نہ ہو چنانچہ فرماتے ہیں لا یمنع ان یبنأ فیہ من یدعوا الی شریعتہ الرسول الاخیر فترۃ کے معنے یہ ہوئے۔ کہ کوئی شریعت لانیوالا نہیں۔

(۲) مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی تحذیر الناس میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ غلط ہے۔ کہ اس آیت کے معنے یہ ہوں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب مذکورہ صـ۲

(۳) ملاں علی قاری فرماتے ہیں۔ قلت ومع ھذا لو عاش ابراہیم وصار نبیا وکذا لو صار عمر نبیا لکان من اتباعہ علیہ السلام کعیسیٰ وخضر والیاس علیہم السلام فلا یناقض قولہ وخاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یأتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ ملاحظہ ہو موضوعات ملاں علی قاری صـ۵۸ تا ۵۹

(۴) امام شعرانی فرماتے ہیں۔ فان مطلق النبوۃ لم یرتفع وانما ارتفع نبوۃ التشریعی الیواقیت والجواھر جلد ۲ صـ۲۲

افسوس کہ ملاں داتوی کا ادھر بھی ہاتھ نہ پڑا۔ اور

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی حرم محترم کو ایک چٹھی مشتمل بر حالات حضرت صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ سیدنا امیر المومنین فضل عمر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مع تمام خدام بخیر و عافیت ہیں۔ آپکی اور تمام بچوں کی خیریت اللہ تعالیٰ کے حضور سے ہر وقت مطلوب ہے۔

میں سفر میں روزانہ حالات عرض نہیں کر سکا جسکے واسطے معذرت کرتا اور معافی چاہتا ہوں۔ لکھنے کی فرصت بھی کچھ کم ہی ملتی ہے۔ بازار اس کوٹھی سے قریب کے راستہ سے کوئی تین میل ہے۔ صبح ناشتہ کرانیکے بعد جاتا ہوں۔ تو دس بجے واپس آنا ہوتا ہے واپس آکر کھانا کھلایا تو نماز کا وقت ہو گیا۔ حضور سیر کو تشریف لیگئے۔ تو اسی میں شام ہو گئی۔ آج بھی اسطرح موقع مل گیا ہے کہ نیک محمد خان برف کے پہاڑ کا راستہ دیکھنے گیا ہے۔ میں بازار کو گیا۔ میرے پیچھے حضرت صاحب تمام خادموں کے سیر کو تشریف لے گئے۔ اور پتہ نہیں دیگئے۔ کہ کہاں کو تشریف لے گئے ہیں۔ اسطرح سے آج میں مکان پر ہوں۔ موقع پاکر حضور کی خدمت میں عریضہ لکھنے بیٹھ گیا۔

قادیان سے روانگی بعد عصر ہوئی مگر چلتے چلاتے دیر ہو گئی۔ اکثر دوستوں کو حضور نے یکہ خانہ سے ہی واپس کر دیا۔ مگر بعض حضور کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ ڈلہ کے موڑ تک گئے۔ سورج تو ڈلہ کے موڑ سے ادھر ہی غروب ہو گیا تھا۔ مگر موڑ پر جہاں تک حضور اکثر مبلغین کو رخصت کرنے جایا کرتے ہیں۔ اسی کنوئیں کے پاس حضور نے نماز شام اور عشاء ادا کی۔ اور سوار ہو کر گیارہ بجے رات کے بٹالہ اسٹیشن پر پہنچے۔ کھانا لنگر خانہ والوں نے ساتھ رکھدیا تھا۔ وہی بٹالہ اسٹیشن پر کھایا گیا۔ جماعت بٹالہ نے کچھ میٹھے آم پیش کئے۔ کھا کر حضور خوش ہوئے۔ منشی عبدالکریم نے چائے سے دعوت کی۔ قریب ½۱ گھنٹہ کے حضور نے آرام فرمایا۔

اور ½۹ بجے سوار ہو کر قریب ۵ بجے پٹھانکوٹ پہنچے۔ بٹالہ سے بارش شروع ہوئی۔ اور تمام رات اور دوسرا دن برابر ہوتی ہی رہی۔

پٹھانکوٹ میں ذیلگھر میں قیام ہوا۔ یکم اگست کو ہڑتال تھی جس وجہ سے کھانا ملنا بھی دشوار ہو گیا۔ نہ کوئی سالن ملتا تھا۔ اور نہ کوئی پکاتا تھا۔ جوں توں کر کے ایک تنور والے نان بائی کی تمام کی تمام ہانڈی جسمیں اسنے بکرے کی سریاں پکائی ہوئی تھیں۔ اٹھا لی گئی۔ اور باوجود لوگوں کے لڑنے جھگڑنے کے اور نان بائی پر لاٹھیاں اور ڈانگ کسنے کے کچھ روٹیاں بھی حاصل کر لی گئیں۔

اس سالن میں مرچیں زیادہ تھیں اور آپ جانتے ہیں۔ بازاری سالن تھا۔ جوں توں کر کے جسکا جتنا جی چاہا کھا لیا۔ اور باقی روٹی اور سالن رات کے واسطے بچا کر رکھ لیا گیا۔

رات کو حضرت صاحب کے واسطے تو کسی نہ کسی طرح سے کچھ آلو۔ دال۔ اور پھلکا بنا لیا گیا۔ مگر باقیوں کو وہی باسی روٹی اور سری کا لاون (سالن) ملا۔

ہاں عرض کرنا بھول گیا۔ بعد عصر حضور مع خادموں کے چکی دریا پر تشریف لیگئے۔ چکی ندی بڑے زور پر تھی۔ اور پانی کی لہریں ٹیلوں کی طرح اٹھتی تھیں۔ سب چکی میں نہائے۔ مگر کنارے سے ایک فٹ بھی آگے نہ ہوا جاتا تھا۔ پار اترنے کا رستہ بالکل بند تھا۔ وہی چکی جسمیں سے حضور بارہا تانگے پر سوار ہو کر ادہر سے ادھر اور ادہر سے ادہر آتے جاتے تھے۔ اب کوئی بڑے سے بڑا اور نامی تیراک بھی اسمیں گھسنے کی جرأت اور دلیری نہ کر سکتا تھا۔

یہ بھی عرض کرنا رہ گیا تھا۔ کہ پٹھانکوٹ میں سامان کی پڑتال ہوئی۔ اور ایک ایک کا سامان دیکھا گیا کہ غیر ضروری سامان تو ساتھ نہیں ہے۔ کیونکہ بوجھ ساتھ بہت ہی زیادہ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اور حضرت میاں شریف احمد صاحب سنسر تھے (لڑائی کے دنوں میں ڈاک کو کھول کھولکر دیکھ لیا کرتے تھے۔ کہ کوئی بات جنگ کی ایسی نہ لکھی جاوے۔ جو لوگوں میں بددلی پھیلائے۔ اس افسر کو سنسر کہتے تھے وہ جس خط کو چاہتا تھا۔ روک لیتا تھا۔ اور بعض میں کوئی حصہ تحریر کا کاٹ لیتا تھا) اسی طرح سے ڈاکٹر صاحب اور میاں صاحب لوگوں کے سامان کے سنسر بنے۔ اپیل حضرت کے پاس ہوتی تھی۔ یہ نظارہ نہایت ہی خوشکن تھا۔ اور وہ دن اسی کام میں بڑی خوشی اور ہنسی مذاق میں گذرا۔ اور آخر ۲ ٹرنک بھرے ہوئے سامان کے چوہدری علی محمد صاحب کے ہاتھ واپس قادیان بھیجے گئے۔ جو دفتر ناظر امور عامہ میں محفوظ ہیں۔ اور واپسی پر کھولکر سامان تقسیم کر دیا جاویگا۔

پٹھانکوٹ سے ۲ اگست کو روانگی ہوئی قریب آٹھ بجے کے حضرت صاحب کیواسطے ایک ربڑ ٹائر تانگہ۔ اور ایک دوسرا لوہے والا تانگہ لیا گیا۔ اور باقی سامان اور خادموں کے واسطے ۵ ٹمٹم لی گئیں۔ جنکا کرایہ کل ۱۱۰ مقرر ہوا۔ چکی کا پل عجیب منظر تھا۔ ہر طرف دھیمی بارش برستی جاتی تھی۔ نورپور ایک بجے کے بعد پہنچے شہر کے اندر سے حضرت صاحب مع خدام بازار میں سے اور تانگے اسی سڑک سے جن سے حضور گئے تھے۔ گذرے۔ کچی پکی روٹی ہندو کی۔ بھاجی چٹنی اور گوشت مسلمان کا پکا ہوا مل گیا۔ قدرے دہی بھی مل گیا۔ لاگے گھوڑوں کے ہسپتال کے دفتر میں ایک کمبل بچھا کر حضور کے سامنے رکھدیا۔ کچھ آم تھے وہ پیش کئے گئے اسی طرح دوپہر کا کھانا ہوا۔ کھانا کھا کر پھر سوار ہو گئے۔ اور اسی ڈاک بنگلے کے پاس سے جسمیں پہلی دفعہ حضور ٹھیرے تھے سڑک گزرتی تھی آگے کو روانہ ہوئے۔

پہاڑ۔ ندی نالوں۔ اور جنگلوں میں سے گزرتے ہوئے ۴ بجے ایک دریا کے کنارے نمازیں ادا کی گئیں۔ نمازوں کے بعد پھر سوار ہو گئے اور ۶ بجے شام کوٹلہ پہنچے۔ جو نصف راستہ پر تھا۔ کوٹلہ بھی جگہ تھی۔ ایک پرانا قلعہ۔ نیچے دریا بیاس کے نہایت خوبصورت نظارے تھے۔ حضرت نے حکم دیا کہ یہاں ٹھیرنے سے کل دہرم سالہ پہنچنے میں تکلیف ہوگی۔ لہٰذا کوٹلہ سے شاہپور کو روانہ ہوئے۔ جو گیارہ میل اور آگے تھا۔ دریا کے کنارے کنارے نہایت ہی اچھا منظر تھا چلتے چلتے رات کے گیارہ بجے شاہ پور پہنچے۔ نہ کھانا نہ مکان نہ چارپائی نہ ٹھیرنے کو جگہ۔ آخر بہت تلاش کے بعد ڈاک بنگلہ ملگیا۔ ایک کمرہ تین پلنگ باقی فرش پر گزارہ کیا گیا۔ میں نیک محمد اور باورچی سامان کے ساتھ اڈا میں تھے۔ حلوائیوں سے دودھ مٹھائی مانگی مگر دودھ ملا نہ مطلب کی مٹھائی ملی۔ آخر ایک ہندو روٹی والا بولا میرے پاس پھلکے ہیں۔ دال ہے۔ ترکاری ہے۔ بھاجی بھی دیدونگا۔ چٹنی بھی بنا دونگا۔ غرض جو کچھ اس سے ملا۔ لیکر حاضر کیا۔ حضور لیٹ گئے تھے۔ جگانے کیخاطر اونچی آواز سے السلام علیکم عرض کیا۔ حضور جاگ اٹھے۔ عرض کیا حضور کھانا حاضر ہے۔ فرمانے لگے سچ مچ عرض کیا گیا۔ حضور سچ مچ کا کھانا ہے۔ فرمایا کیا۔ عرض کیا گیا روٹی۔ دال۔ گوشت۔ بھاجی۔ ترکاری۔ چٹنی۔

حضور اٹھے اور باقی خادم تو پہلے ہی سے راہ تک رہے تھے کہ کچھ آوے۔ بھوک سے نیند بھی نہ آتی تھی۔ کھانا کھانے

سے بعد حضور نے بھی آرام فرمایا۔ اور دوستوں نے بھی آرام کیا۔ صبح ہوتے نماز ادا کی گئی۔ اور سواری سنگار روانگی کا حکم ہوا۔ جوں جوں دہرم سالہ کی طرف جاتے تھے۔ پیچھے ہی پیچھے اترتے جاتے تھے۔ آگے میدان آ گئے۔ اور وہیں میدان کے درخت اور کھیتیاں دکھیں۔

پہاڑ جس پر دہرم سالہ بتائی جاتی تھی۔ وہ ہمارے بائیں ہاتھ نہایت بلند نظر آ رہا تھا۔ مگر ہم سیدھے مشرق کو نیچے ہی نیچے جا رہے تھے۔ حضرت صاحب بار بار فرماتے تھے۔ ہم اچھے پہاڑ کو جا رہے ہیں۔ جوں جوں آگے جاتے ہیں۔ میدان نظر آتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم پہاڑ دیکھ کر اب واپس جا رہے ہیں۔

غرض جوں توں کر کے پہاڑ کے دامن میں پہنچے اور اب امید ہوئی کہ پہاڑ پر جائیں گے۔ مگر چند ہی میل آگے اور تھوڑی سی بلندی پر چڑھ کر کچھ شاندار خوبصورت عمارات نظر آئیں۔ جن کو دیکھ کر دل میں خیال پیدا ہوا کہ گویا کسی چھاؤنی کی عمارتیں ہیں۔ اور ان کے دیکھنے سے معاً خیال ہوا کہ دہرم سالہ میں ہم لوگ آن پہنچے ہیں۔ یہ ایسا خیال تھا کہ جس سے دلوں پر اداسی اور مایوسی طاری ہو گئی۔ کہ اگر یہی پہاڑ ہے۔ تو اس سے بہتر ہے۔ کہ اسی جگہ سے واپس چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت صاحب نے کسی سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا عمارتیں ہیں۔ تو جواب ملا کہ دہرم سالہ کا ہائی سکول ہے۔ اس جواب کے سنتے ہی پہاڑ جانے کی خوشی ختم ہو گئی۔ اور حضور نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اگر یہی دہرم سالہ ہے۔ تو بہتر ہے۔ کہ تم ڈلہوزی جا کر مکان کی تلاش کرو۔ میں نے عرض کیا۔ حضور حکم ہو۔ تو اسی جگہ سے ابھی چلا جاؤں۔ فرمایا نہیں۔ دیکھ کر سہی۔

... محمد الدین سیالکوٹی ہیڈ ماسٹر احمدیہ ہیں۔ ... نے اپنے لڑکے محمد امین کو پیشوائی کے ... بھیجا ہوا تھا۔ بارش بھی پورے زور پر تھی۔ سب احباب پیدل تھے۔ اور سر سے پاؤں تک بھیگ چکے تھے۔ محمد امین نے قافلہ کو جاتے دیکھ لیا۔ اور ہماری طرف دوڑا۔ سلام مسنون اور مصافحہ سے فارغ ہوا ہی تھا۔ کہ حضور نے فرمایا۔ محمد امین کیا یہی دہرم سالہ ہے۔ اور کیا اسی کا نام پہاڑ ہے۔ وہ کچھ شرمندہ سا ہو کر خاموش ہو رہا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ کوٹھی کا انتظام کہاں کیا ہے۔ اس کے جواب میں اس نے غالباً اس خیال سے کہ حضور تھکے ہوئے ہیں۔ اور بارش سے بھیگے ہوئے بھی اگر زیادہ دور کہا گیا۔ تو تکلیف ہو گی۔ عرض کیا کہ حضور قریب ہی ہے۔ (حالانکہ کوٹھی اس جگہ سے ۲ یا ۳ میل کے فاصلہ پر ایک اچھے اونچے پہاڑ پر تھی۔ اور اپنے نظارہ اور جائے وقوع کے لحاظ سے نہایت شاندار تھی) اس کا اور حضرت کی تکلیف کے خیال سے قریب کہا تھا۔ کہ حضرت مع تمام خدام کے قہقہہ مار کر ہنسے اور پہاڑ کی خوشی اور بھی کم ہو گئی۔

مگر چلتے چلتے جب دور نکل آئے۔ تو اس سے پھر پوچھا گیا۔ اور اتنے میں اسنے حضرت صاحب کا منشاء بھی سمجھ لیا تھا۔ کہ حضور کسی بلند پہاڑی مقام کو پسند فرماتے ہیں۔ تو اس نے عرض کیا کہ حضور ابھی بہت دور ہے۔ اور ابھی خاصی بلندی پر جانا پڑیگا۔ اور کوٹھی نہایت شاندار اور وسیع ہے۔ تو کچھ تسلی ہوئی۔

چنانچہ حضور ایک گھنٹہ کے قریب کوٹھی پر پہنچے۔ اور داخل ہوتے ہی بہت خوش ہوئے اور کوٹھی کا انتظام کرنے والوں کے واسطے دعا کی۔ اور باآواز بلند جزاک اللہ کہا۔ کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ آٹھ نو میل سے پیدل آ رہے تھے۔ بھوک خوب لگ گئی۔ مگر یہاں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ کیونکہ ان دوستوں نے کھانے اور چائے کا انتظام دوسری جگہ کر رکھا تھا اور ان کا منشاء تھا۔ کہ حضور کو پہلے اسی مکان میں لے جا کر کھانا اور چائے وغیرہ پلا دیں۔ بعد میں اصل مکان پر پہنچا دیں۔ مگر حضرت اس خیال سے کہ گیلے کپڑوں سمیت اگر کھانا کھانے لگ گئے۔ تو کپڑے ٹھنڈے ہو کر سخت مضر ہو جاویں گے۔ اور تکلیف کا اندیشہ ہو گا۔ لہٰذا سیدھے مکان پر تشریف لے آئے۔ سامان سب ٹٹوؤں میں تھا۔ اور وہ پیچھے آتی تھیں۔ میں نے بہت ہی کوشش کی اور ضروری سامان کے بکس قلیوں کے سر پر لیکر مکان پر جلد سے جلد پہنچایا اور کپڑے بدلوائے۔ حضور نے میرے کپڑے لیکر پہنچنے سے پہلے کچھ ناشپاتی کچھ سیب منگا لئے تھے۔ کھائے اور کچھ تسلی ہوئی۔ سامان آنے پر کپڑے بدلے۔ اور مکان کی وجہ سے بہت ہی خوش تھے۔

مکان واقع میں ایسا عمدہ ہے۔ اور کھلا ہے۔ کہ اس سے پہلے بمبئی کے سفر میں اور نہ ڈلہوزی۔ بلکہ شملہ کے سفر میں بھی ایسا مکان نہ ملا تھا۔

مکان میں تین بڑے کمرے ہیں۔ اور چار چھوٹے اور چار ہی غسل خانے ہیں۔ تین برآمدے اور بہت صاف۔ کھلے اور ہوادار بنے ہوئے ہیں۔ پھر مکان ایک پہاڑی ٹیلہ کے بالکل اوپر کی چوٹی پر ہے۔ جہاں سے ایک طرف تو تمام نیچے کی آبادی میدان کا سبزہ زار۔ پہاڑی نالے بہہ کر دریائے بیاس کی شکل بناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور بادلوں کے ٹکڑے ادھر سے ادھر۔ نیچے سے اوپر آتے کسی جگہ دھوپ کسی جگہ بارش کہیں صرف سایہ کرتے۔ غرض عجیب نظارے نظر آتے ہیں۔

دوسری طرف نہایت بلند پہاڑ اپنی شاندار چوٹیوں سمیت سبز گھاس اور درختوں سے ڈھکے ہوئے ہلال کی صورت بنائے کھڑے ہیں۔ جن میں سے بعض پر بہت بلند ہونے کی وجہ سے ہمیشہ برف جمی رہتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دہرم سالہ میں باوجود تھوڑی بلندی کے خاص ٹھنڈک اور سردی ہو جاتی ہے۔ ان اونچے اونچے پہاڑوں ہی کی وجہ سے کہ دہرم سالہ میں بعض اوقات نیچے کے حصے میں بھی تین چار فٹ تک برف پڑ جاتی ہے۔ اور ان پہاڑوں کی بلندی ہی کی وجہ سے بارش بھی یہاں کثرت سے ہوتی ہے۔ (باقی آئندہ)

ادھر سے دھکے پڑے۔ جیساکہ ظاہر ہے۔

لانبی بعدی سے ثبوت نبوت

ملاں داتوی نے بار بار اپنے مضمون میں دہرایا ہے کہ یہ حدیث بھی مانع نبوت ہے۔ اب میں اسپر بھی نظر کرتا ہوں۔ حدیث ساری یہ ہے۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ حضرت علیؓ کو آنحضرت کہتے ہیں۔ کہ تو میرے سفر میں میرے بعد بمنزلہ ہارون ہے۔ مگر ہارون تو موسیٰ کے بعد نبی تھا۔ مگر تم نہیں۔

یہ حدیث بھی کسی نبی کی نبوت کیلئے مانع نہیں

پہلی وجہ۔ اگر یہ فرض محال یہ حدیث نبوت کی روک بھی ہوتی تو صرف حضرت علیؓ کے لئے اس حدیث کے دو ٹکڑے ہیں۔ پہلے اثبات پر نفی اثبات تو یہ ہے۔ کہ حضرت علےؓ کو ہارون کا درجہ حاصل ہے۔ دوسرے میں نفی نبوت کی ہے۔ تو چاہیئے کہ چونکہ پہلے ٹکڑے میں ہارونؑ کے درجہ کا اثبات صرف علیؓ کے لئے ہے۔ اسی طرح نبوت کی نفی بھی صرف حضرت علی کیلئے ہو۔ تو یہ حدیث اگر روک ہوگی۔ تو صرف علیؓ کیلئے نہ کہ مطلق۔

دوسری وجہ۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ آنحضرتؐ جنگ تبوک میں جاتے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کو مدینہ پر حاکم مقرر کر جاتے ہیں۔ اسپر حضرت علےؓ نے کہا انترکنی فی النساء والصبیان۔ اسپر رسول کریم نے فرمایا۔ میرا تجھے اپنی جگہ چھوڑ جانا ایسا ہے۔ جس طرح موسیٰ کوہ طور پر گئے۔ اور ہارون کو کہا اخلفنی فی قومی۔ پس میرا بھی تو اس سفر میں خلیفہ بنکر ہارون کے مشابہ ہوگیا۔ مگر ہارون موسیٰ کے بعد آپ کی غیر حاضری میں جسطرح خلیفہ تھا نبی بھی تھا۔ مگر لانبی بعدی یعنی میری غیر حاضری میں صرف خلافت ہوگی۔ نبوت نہ ہوگی۔ پس خلاصہ مطلب یہ کہ بعدی سے اس حدیث میں وفات کے بعد کا زمانہ مراد نہیں۔ بلکہ بعدی سے مراد صرف غیر حاضری ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کو جانشینی اور خلافت میں ہارون کا مثیل بنایا۔ تو یہ جانشینی اور خلافت بعد وفات کے نہ تھی۔ بلکہ آپ کی زندگی اور غیر حاضری میں تھی۔ پس جس نبوت کی نفی کی وہ بھی غیر حاضری ہی میں کی۔

بعدی کے معنے

قرآن شریف ہارون اور موسیٰ کی خلافت کے بارے میں بعدی کے معنے خود حل کرتا ہے فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر الہام ہوا ولقد فتنا قومك من بعدك واضلھم السامری۔ اس آیت نے بعدی کی تفسیر کردی۔ کہ بعدی سے مراد غیر حاضری ہے نہ وفات۔

تیسری وجہ۔ یہاں پر نفی لا آیا ہے۔ اور لا کیلئے ضروری نہیں۔ کہ نفی جنس کے لئے ہو۔ بلکہ نفی موصوف کے لئے بھی آتا ہے۔ پس ہم یہاں پر لانبی بعدی میں جنس کی نفی مراد نہیں لیتے بلکہ نفی موصوف مراد لیتے ہیں۔

لا نفی موصوف کیلئے

اور لا نفی موصوف کیلئے بھی آتا ہے جیسے لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتٰب
(۲) لا سیف الا ذو الفقار۔
(۳) لا دین لمن لا امانۃ لہٗ۔
اور اگر لانبی بعدی میں نفی موصوف تسلیم کی جاوے تو یہ حدیث نبوت کی روک نہیں رہیگی۔

چوتھی وجہ

جسطرح حدیث میں لانبی بعدی آیا ہے۔ اسی طرح بخاری میں اذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہٗ آیا ہے حالانکہ بعد میں اسکا بیٹا قیصر ہوا۔

پانچویں وجہ

عربی میں بعد کے معنی زمانہ کے علاوہ مقابلہ اور مخالفت کے بھی آئے ہیں۔ جیسے فماذا بعد الحق الا الضلال۔ یعنی جو بات حق کے خلاف ہوگی۔ ضلالت ہوگی۔ دوسری جگہ ہے تاجہ نبا ی حدیث بعدہٗ یؤمنون۔ یہاں بھی بعدی کے معنے پیچھے کے نہیں۔ بلکہ بخلاف کے ہیں۔ پس لانبی بعدی کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں۔ کہ جسطرح مجھسے پہلے ناممکن تھا۔ کہ ایک نبی دوسرے کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اب ایسا نہ ہوگا۔ اوران معنوں کی لغوی سند مجمع البحار میں لکھا ہے۔ ھذا الاینافی حدیث لانبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ۔

آخری اینٹ

مولوی صاحب نے ایک حدیث اور پیش کی ہے کہ یہ حدیث بھی دروازہ نبوت بند کرتی ہے۔ مگر یہاں ان کا ہاتھ نہیں پڑتا۔ حدیث یہ ہے۔ مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر من بنیانہ ترك منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون بنیانہ الا موضع تلك اللبنۃ فکنت انا سددت موضع تلك اللبنۃ ختم بی البنیان۔ یہ حدیث بھی نبوت کا دروازہ بند کرنیکے لئے پیش کرنا ایک مضحکہ خیز امر ہے۔ ذرا سا غور کرنیسے مسئلہ صاف ہوجاتا ہے۔ اس حدیث میں من قبلی کا لفظ انبیاء کی صفت میں واقع ہوا ہے۔ یعنی یہ مثال جو میں اپنی اور نبیوں کی دیتا ہوں۔ یہاں نبیوں سے مراد مجھسے ہی پہلے نبی ہیں۔ اور اسکے ہم بھی منکر نہیں۔ ہم بھی تو مانتے ہیں۔ کہ آپ اپنے سے پہلے نبیوں کے مقابلہ میں سب سے آخری نبی ہیں۔ پس جو لوگ استدلال کرتے ہیں۔ وہ من قبلی کے لفظ کو مدنظر رکھیں۔ کہ من قبلی صفت ہے انبیاء کی۔ جیساکہ قرآن شریف میں لکھا ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اس میں من قبلہ الرسل کا لفظ الرسل کیلئے مقید ہے۔ یعنی وہ تمام جو آپ سے پہلے تھے وفات پاگئے۔ اسی طرح اس حدیث میں جو نبی کریم مکان کی آخری اینٹ بنتے ہیں۔ تو وہ ہم بمقابلہ انبیاء سابقین کے ہیں۔ ؎ جب کھل گئی سچائی پھر اسکو مان لینا نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ حیا یہی ہے۔ (عبد اللہ قادیانی مدرسہ احمدیہ)